نام کتاب	:	حق و باطل عوام کی عدالت میں
مؤلف	:	شیخ علامہ بدیع الدین شاہ راشدی (رحمۃاللہ علیہ)
صفحات	:	۴۶
ناشر	:	جمعیت اہلحدیث (سندھ)

سلسلہ مطبوعات 8
حق و باطل
عوام کی عدالت میں
خطاب
شیخ العرب والعجم سید علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ علیہ
مقدمہ
ابوالشاء قاری خلیل الرحمن جاوید
ناشر
جمعیۃ اہلحدیث سندھ کراچی ڈویژن
کراچی دفتر: الراشدی مسجد اہلحدیث موسیٰ لین لیاری، کراچی فون: 7511932

وَاَنَّ
هٰذَا صِرَاطِیْ
مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
عَنْ سَبِیْلِهٖ
"اور یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دُوسرے
راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اُس (اللہ) کے راستے سے ہٹا دیں گے۔"
(الانعام ۶/۱۵۳)

فہرست

پیشِ لفظ

اسلام رب العزت کا محبوب اور پسندیدہ دین ہے اور اس دینِ حنیف کی تکمیل کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت مقدسہ و مطہرہ کو منتخب فرمایا جنہوں نے ہر قسم کے شرک وبدعات الحاد و کفر کی مشکلات ' مصائب اور آزمائش برداشت کیں۔ رب کائنات کا پیغام پہنچایا۔ اس جماعت کے عزم و ہمت کا صلہ ہے کہ مسلمان انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگانی اسوہ حسنہ کو اپنا کر استقامت اور استقلال کے پہاڑ بنے۔ بالخصوص آخری رسول محمد رسول اللہ ﷺ پر شریعتِ کاملہ کا آخری پیغام نازل فرمادیا گیا جس کے تحفظ کی ضمانت ربِ کائنات نے خود اٹھائی ہے اور آپ ﷺ نے شریعت الہٰیہ ہر مطیع و عاصی ' ظالم و مظلوم ' حاکم و محکوم گویا تمام کائنات کے سامنے پیش کی۔ آپ کی بات کو ماننے والا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے تمغہ اعزاز سے نوازا گیا اور آپ نے اس شریعت کی آبیاری کے لئے امت کو یہی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ بلغوا عنی ولو آیۃ الحدیث اور آپ کا فرمان فلیبلغ الشاھد الغائب اس وصیت کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے من دھن قربان کر دیئے اور اسلام کا پھریرا زمین کے کونے کونے تک لہرا دیا ہے پھر یہ خدمت ان کے تلامیذہ رشید تابعین عظام نے اپنے ذمہ لی۔ ایک ایک حدیث کے لئے کئی کئی ماہ سفر کرتے رہے پھر یہ اعزازی تمغہ تبع تابعین نے حاصل کیا۔ نضر اللہ عبد اسمع مقالتی "فحفظھا ووعاھا و اداھا"۔ الحدیث۔ پھر سلسلہ رواں دواں ہے۔ اس نیکی میں ہر محدث مفکر فقہی نے اپنی وسعت کے مطابق اس باغیچہ کی آبیاری کی کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

ہر دور میں رب کائنات نے فرعون کے لئے موسیٰ پیدا فرمایا ہے جہاں بڑے بڑے ظالم ' جابر اور غاصب آئے ہیں اور اسلام کے پودے کو کاٹنا بلکہ جڑ سے اکھاڑنا چاہتے تھے وہاں اسلام پر اپنے مال جان اولاد وطن احباب سب کو قربان کر کے اسلام کی شمع کو روشن

عیاں کر رکھنے والے بھی تھے۔ ایسے معززین، مکرمین خادمین اسلام میں ایک نام شیخ العرب والعجم الحافظ المحدث السید بدیع الدین شاہ الراشدی المکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تھا جن کی شخصیت ہر اہلحدیث اور اہل تقلید میں یکساں معروف و مقبول تھی اور اس کے لئے کسی لمبے چوڑے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔ شاہ صاحب کتبِ کثیرہ کے مصنف تھے جن میں اکثر کتابیں عربی اور کچھ اردو اور سندھی میں ہیں۔ جن لوگوں کی نظر سے شاہ صاحب کے تحقیقی مقالات گزرے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ شاہ صاحب کی تحقیق ایسی ہے کہ اسے آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے ماننے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں رہتا اور یہی اعزاز ان کی تقاریر کو بھی حاصل تھا۔

"**حق وباطل عوام کی عدالت میں**" انہی تحقیقی اور علمی شاہ پاروں میں سے ایک ہے۔ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس گھسے پٹے موضوع پر شاہ صاحب جیسے محقق کو اتنی محنت کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن جب آپ اس تقریر کو پڑھیں گے تو محسوس کریں گے کہ اس موضوع پر اگر یہ تقریر نہ ہوتی تو علمی اور تحقیقی میدان میں ایک کمی محسوس ہوتی۔ یہ کتاب علماء اور عوام کے لئے یکساں مفید ہے اور متلاشیانِ نو کے لئے نشانِ منزل بھی۔ شاہ صاحب نے تحقیقی انداز میں بیان کیا ہے اور حقائق کا اظہار کیا ہے۔ ثابت کیا ہے کہ حقائق حقائق ہیں اور آسان و سہل انداز میں عوام کے سامنے فیصلہ رکھ دیا ہے کہ خود منصف، جج و قاضی کی حیثیت سے فیصلہ کر سکیں کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟ اگر اب بھی نہ سمجھیں تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے " فلیبك علی الاسلام من كان باكيا"۔ پس انصاف کے لئے یہی کہہ سکتے ہیں کہ :۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

کتبہ : **عبداللطیف اختر سیال آبادی**
مدرس جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار۔ کراچی

مقدّمہ

فضیلۃ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ صاحب الراشدی رحمۃ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ روایتی خطیبوں سے ہٹ کر آپ کی خطابت میں ایک خاص قسم کی معنویت، مقصدیت اور علمی جواہر پاروں پر مبنی ایک ایسا مواد موجود ہوتا ہے جو علماء اور عوام الناس کے لئے یکساں طور پر مفید ہوتا ہے۔ زیر نظر کتاب **"حق وباطل عوام کی عدالت میں"** ہمارے اس دعوے کا بیّن ثبوت پیش کرتی ہے۔

دراصل مذکورہ کتاب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پر مغز علمی خطبہ ہے جس کی افادیت کے پیش نظر شائع کیا گیا ہے۔

خصوصیات :

(۱)۔ اول تا آخر نہایت سنجیدہ، محتاط اور علمی زبان اختیار کی گئی ہے۔

(۲)۔ معترضین پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے ان کی اصلاح کی پر خلوص کوشش کی گئی ہے۔

(۳)۔ سطحی اور گھٹیا اعتراضات کے جوابات میں بھی علمی اور دلائل سے بھرپور انداز اختیار کیا گیا ہے۔

(۴)۔ کتاب و سنت کی نصوص کے ساتھ ساتھ نفسِ مسئلہ کو عام فہم بنانے کیلئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معقولات پر مبنی امثلہ سے بھی اس کتاب کو زینت بخشی ہے۔

(۵) دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے کہ جماعتِ حقہ صرف اور صرف وہی ہے جس

کی اساس کتاب و سنت پر موجود ہے۔ اور وہی اصل اور وہی عہد رسالت ﷺ سے چلی آ رہی ہے۔ دیگر تمام جماعتیں اور مسالک جن کی نسبتیں۔ مختلف فقہاء ائمہ۔ مجتہدین کی طرف کی جاتی ہیں۔ یہ نئی اور بعد میں آنے والی جماعتیں ہیں جو اصل سے کٹ چکی ہیں۔ چونکہ فقہی مذہب رکھنے والے علماء اپنے معتقدین کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ فقہ دراصل قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مختصر خطاب میں ان مسائل کی مختصر جھلک پیش کی ہے جو صریحاً کتاب و سنت سے متصادم ہیں تاکہ عوام الناس پر اس بند کلی کو کھولا جا سکے کہ نچوڑ ہمیشہ اپنے اصل کے مطابق ہوتا ہے اصل کے خلاف نہیں۔

بہر حال یہ کتاب مطالعے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر خاص و عام کو چاہئے کہ اس کا مطالعہ کرے اور کتاب و سنت کے خلاف تمام عقائد و نظریات کو ترک کر کے خالصتاً قرآن و حدیث کو اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد بنائے۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ

خادمِ دین : قاری خلیل الرحمٰن جاوید (مدیر)

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ۔ کراچی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

امابعد :

برادرانِ اسلام!

اعلان سن چکے ہیں کہ مسلک اہل حدیث کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ یعنی اس جماعت اور اس کے طریقہ کار پر آپ کے سامنے روشنی ڈالوں۔

چند بے بنیاد الزامات

حقیقت یہ ہے کہ مسلک اہل حدیث کے خلاف کئی قسم کے غلط اور بے بنیاد الزامات اور جھوٹے بہتان لگائے جاتے ہیں کتنے ہی نمونے کے شکوک و شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مثلاً

(۱) یہ ایک نئی جماعت ہے۔

(۲) یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت ہے۔

(۳) یہ ایک وہابی فرقہ ہے جس کا کوئی بھی مذہب نہیں۔

(۴) یہ رسول اللہ ﷺ کی بھی عزت نہیں کرتے (نعوذباللہ) بے ادب ہیں۔

(۵) آئمہ مجتدین اور اولیاء کرام کی ان کے پاس کوئی عزت اور احترام نہیں۔

(٦) یہ ایک نیا مذہب اور نیا فرقہ ہے جس نے اصل دین کی مخالفت کی ہے۔

یہ ہیں وہ الزامات جو کہ زبان زد عام ہیں۔

وہابی کون ؟

جہاں تک "وہابی" کا تعلق ہے تو یہ لفظ عام طور پر مخالف کی زبان پر ضرور ہے لیکن ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی جماعت سے ہمارا کوئی قطعی تعلق نہیں۔

ہم رسول اللہ ﷺ کی جماعت ہیں اور صرف وہ ہی ہماری جماعت کے امام' مرشد اور قائد ہیں۔ لیکن چونکہ ہم بفضل تعالیٰ حق پر ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں تمہارے الزامات اور گالیوں سے بچانا تھا اس لئے تم لوگ "وہابی" نام لیکر گالیاں دیتے ہو مگر نہ معلوم کسے دیتے ہو؟ (بالکل اسی طرح) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی دور نبوت میں مشرکین رسول اللہ ﷺ کی شان میں کئی ناشائستہ باتیں اور گستاخیاں کرتے تھے لیکن ان کیلئے مشکل مسئلہ یہ تھا کہ ان کا نام تو "محمد" (ﷺ) ہے جس کے معنی ہے "تعریف کیا ہوا"۔ اب اگر کہتے ہیں کہ تعریف کیا ہوا ایسا ہے ویسا ہے (نعوذباللہ) جھوٹا ہے' ساحر ہے وغیرہ وغیرہ' تو اس قسم کے جملے اور فقرے کیسے بن سکتے ہیں؟ جبکہ اس کا نام ہی ایسا ہو "جس کے معنی تعریف کیا ہوا" ہو۔

اس کی شان میں بدگوئی زیب ہی نہیں دیتی' اس لئے انہوں نے محمد ﷺ کا اسم

گرامی تبدیل کر کے "مذمم" رکھ دیا جس کے معنی مذمت کیا ہوا' یعنی دھتکارا ہوا' بھٹکا ہوا۔ ایسی صورت میں بد گوئی اور گستاخانہ جملہ بھی بن سکتا ہے۔ چنانچہ کہنے لگے مذمم ایسا ہے مذمم ویسا ہے۔ غرض کہ اپنی مرضی سے جو کچھ بھی چاہتے کہنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سنا تو آپ نے فرمایا: دیکھو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کہ قریش کی گالیاں مجھ سے کس طرح ٹال دی ہیں' وہ گالیاں دیتے ہیں مذمم کو جب کہ میں "محمد" ہوں۔ (ﷺ)

میرے پیارے بھائیو!

اسی طرح اہل حدیث کے معنی ہیں "قرآن و حدیث والے" اب ان پر جو الزام لگائیں اور گالیاں دیں کہ قرآن و حدیث والے ایسے ویسے ہیں...... قرآن و حدیث والے جھوٹے ہیں تو یہ بات کسی صورت میں بھی بن نہ سکے گی۔ کیونکہ قرآن اور صحیح حدیث کو کوئی بھی غلط کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ نام بھلا دیا اور انہوں نے ایک نیا اور فرضی نام اختیار کر لیا۔ اب کہتے ہیں کہ وہابی ایسے ہیں ویسے ہیں' جھوٹے ہیں وہابی نیا مذہب ہے وغیرہ وغیرہ۔ نہ معلوم یہ وہابی کون ہیں؟ یہ بھی آپ ہی کے بھائی ہوں گے۔ بخوشی ان کے نام رکھئے ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہم پر انتہائی عظیم نوازش ہے۔

باقی رہا محمد بن عبد الوہاب نجدی (رحمہ اللہ) اپنے وقت کے عظیم عالم' اعلیٰ مجتہد اور مجدد تھے۔ انہوں نے دین کی خدمت کی ہے لیکن ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہم نے ان کا کلمہ نہیں پڑھا ہے نہ ہی وہ ہمارا امام اور مرشد ہے۔ ہم تو تابعدار ہیں صرف محمد ﷺ کے جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت کی خلعت عطا کی اور اپنا پیغمبر آخر الزمان کا مرتبہ دے کر مبعوث فرمایا۔ نبوت یا رسالت کا اتنا اعلیٰ اور ارفع مقام صرف محمد ﷺ کو

حاصل ہے، آپ کے سوا کسی اور کو یہ مقام و مرتبہ ہر گز ہر گز حاصل نہیں ہے۔ نہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو نہ ہی کسی اور کو یہ مقام حاصل ہے۔

اہل حدیث صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے پیروکار ہیں، درمیان میں مستعار لئے ہوئے دوسرے ائمہ کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ اور اپنے درمیان وسیلے واسطے کے ہم قائل ہیں۔

ہمارے رب نے براہ راست اپنے سے مانگنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ :

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾۔(المومن :60) براہ راست مجھ کو پکارو اور میرا فضل مجھ ہی سے طلب کرو میں ہی دیتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اتباع کرو اور اللہ کے پیارے بن جاؤ۔ براہ راست تو ہمارا واسطہ اسی طرح ہے۔

ہماری عبادت کا سیدھا تعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے ہے اور اسی طرح اطاعت فقط محمد رسول اللہ ﷺ کی ہمارے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن حکیم رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف ہمارے پاس موجود ہیں، ہم انہی پر عمل کرنے والے ہیں، ہم وسیلے واسطوں کے قائل نہیں ہیں، ہم درمیان میں کسی دوسرے ائمہ کے محتاج نہیں جیسا کہ تم درمیان میں دیگر اسٹیشن بناتے ہو ہم ان کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم قرآن و حدیث کے بعد تیسری کوئی بات قبول نہیں کرتے۔ اسی بنا پر ہم پر یہ الزام کہ فلاں کی جماعت ہیں یا اس قسم کے دوسرے الزامات کسی بھی صورت میں چسپاں نہیں ہو سکتے اس صفائی کے بعد آیئے ہم بتلائیں کہ آپ کی بنیاد کب پڑی ؟ آپ کہاں تھے ؟ آپ خود نہیں بتلاتے ہو ہم بتلا دیتے ہیں کہ آپ کی ابتداء کب سے ہوئی ؟

نیا مذہب 'اہل حدیث یا فقہی مذاہب

امام شافعی رحمہ اللہ 'امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (تینوں بزرگ) تھوڑے بعد کے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ 'کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی تھی۔ اور امام ابن جریر کی تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ۹۳ھ میں دیبل بندرگاہ پر لشکر کشی کی اور سندھ فتح کرتے ہوئے ۹۵ھ میں اسلام ملتان بھی پہنچایا اس وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عمر بمشکل ۱۳ یا ۱۴ سال کی بنتی ہے جو ابھی تک بالغ بھی نہیں ہوئے تھے جس کا کوئی مذہب بتایا خود ہی امام بنتے وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت حنفیت کا کوئی وجود ہی نہیں تھا یعنی اس وقت حنفی تھے نہ مالکی نہ شافعی نہ حنبلی وغیرہ۔

علامہ محمد ادریس کاندھلوی رسالہ "اجتہاد و تقلید" صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔

"عہد صحابہ میں یہ مذاہب اربعہ حنفی 'مالکی 'شافعی 'حنبلی نہیں تھے"۔

محمد بن عبد العزیز حنفی "القول السدید" صفحہ ۳ پر اور ملا علی قاری شرح عین العلم ۱۲ / ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا۔

ایک آسان سوال :۔

پیارے بھائیو! بتلایئے کہ آپ کو اسلام سکھایا کس نے ؟ مسلمان تمہیں کون کر گیا ؟ پہلے یقین تو کر لیجئے کہ وہ کون تھا ؟ دھوکہ تو آپ سے نہیں ہوا یاد رکھئے وہ اہل حدیث تھا جس نے آپ کو مسلمان کیا 'احسان فراموشی کرتے ہو 'دین تمہارے پاس ہم نے پہنچایا جس ہانڈی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو ؟ تم کو ہمارا مشکور ہونا چاہیئے

تم الٹے ہمیں ڈانٹتے ہو کہ تمہارا مذہب نیا ہے۔

ہمارے پیشوا اور رہبر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جس مذہب کی بنیاد محمد رسول اللہ ﷺ نے رکھی ہو وہی ہمارا مذہب ہے۔ سورۃ یونس کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (یونس : 15)

میں صرف اس بات کا تابع ہوں جو کہ وحی کے ذریعہ مجھ تک پہنچی ہے۔

یعنی رسول کریم ﷺ وحی کے تابع ہیں یعنی وہ دین جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ باقی وہ چیز جس کو مولویوں کی پنچایت یا اسمبلی بنائے وہ دین نہیں بلکہ جو آسمان سے نازل ہوا وہی پیغمبر کا مذہب ہے وہی لشکر کا مذہب ہے جو امام کا مذہب ہے وہی مقتدیوں کا مذہب، جز مرشد کا مذہب وہی مریدوں کا مذہب، جو قائد کا مذہب ہے وہی عوام کا مذہب، (یاد رکھئے) ہمارے مرشد و رہبر و قائد اور امام محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور ان کا مذہب وحی ہے تو ہمارا مذہب بھی وحی ہے اس کے سوا تیسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری تو بعد کی ہیں جو کئی صدیوں کے بعد وجود میں آئی ہیں۔ قرآن حکیم و حدیث شریف تو ان فقہاء سے پہلے ہی موجود تھے جو پہلے موجود ہو وہ صحیح ہے یا کئی صدیوں کے بعد لوگوں کے ہاتھوں سے وجود میں آنے والی چیز صحیح ہے؟ آپ بتلائیے آپ کا مذہب نیا یا ہمارا مذہب نیا؟ جو چیز بعد میں بنے وہ نئی کہی جائے گی یا جو پہلے اور بہت پہلے موجود ہو وہ نئی ہوگی؟

اللہ ایک، نبی ﷺ ایک، لیکن آپ پہلے چار، آپ کے ایک اور بھائی کا اضافہ ہو گیا۔ اب آپ ہو گئے پانچ، بتلائیے کہ ایک میں سے ٹوٹ کر پانچ آپ بنے یا ہم؟

بتلایئے جھگڑا فساد کرنے والے' الگ ہونے والے' نیا فرقہ بنانے والے' علیحدہ ڈیڑھ انچ کی مسجد بنانے والے آپ ہیں یا ہم؟

ہمیں ہمارے آقا جس جگہ پر چھوڑ گئے تھے ہم آج تک اسی جگہ پر ڈٹے ہوئے ہیں جس موقف پر ہمیں قائم کر گئے اسی پر آج تک اسی طرح قائم ہیں۔ آپ ٹوٹ کر پانچ بن گئے ہیں۔

سورہ انبیاء کے چھٹے رکوع میں آیا ہے کہ

﴿إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ أَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء :92)

ترجمہ: "تمہاری ایک جماعت ہے (تم دو یا پانچ جماعتیں نہیں ہو) تمہارا رب ایک میں اللہ ہوں پس میری ہی بندگی کرو"۔

ہمارے دستور کی کتاب میں آج تک ایسے ہی لکھا ہوا ہے اسی دستور پر ہم قائم ہیں ہمارا آئین جو ہمارا پیشوا ہمیں دے گیا ہے ہم اسی پر اب تک قائم ہیں۔ ہم آپ کی طرح ٹوٹ کر پانچ ٹکڑے نہیں بنے۔ آپ پانچ کیوں بن گئے یہ آپ کی مرضی ہے پانچ کیا خواہ پچاس بن جاؤ مگر (دوسروں پر) اعتراض تو کسی بنیاد پر کیجئے کہتے کہ "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" دنیا کی کسی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں حق پر ہوں۔ ہر ایک اپنی تحقیق سے لکھتا ہے کہ اور اپنے دلائل دیتا ہے اور وضاحت بیان کر کے اختتام پر کہہ دیتا ہے کہ واللہ اعلم بالصواب۔ یعنی یہ میری تحقیق ہے آگے اللہ بہتر جانتا ہے دنیا کی کسی کتاب کا یہ دعویٰ نہیں کہ میں حق پر ہوں اور دوسرے باطل پر ہیں لیکن یہ دعویٰ فقط وحی کو حاصل ہے کہ جو کچھ وحی نازل ہوئی ہے وہی برحق ہے جو چیز آسمان سے نازل ہوئی فقط وہی یہ دعویٰ کر سکتی ہے جیسے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ (بنی اسرائیل :105)

یعنی ''اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے''۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اس بات میں کسی قسم کا شک نہیں ہے یہ حق ہے۔ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے اور حق کے ساتھ ہی ہم تک پہنچا ہے خواہ آپ اس میں شک کریں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اس کو آنا تو ایک کے پاس تھا مگر کسی دوسرے کے پاس چلا گیا۔ دوسرا کہتا ہے آیا ہے لیکن اب بھی کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے۔ تیسرا کہتا ہے آیا ہے لیکن مکمل نہیں تمام مسائل قرآن و حدیث میں نہیں ہیں۔ چوتھا کہتا ہے آیا تو ہے لیکن ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اس لئے بڑے جو کچھ لکھ گئے ہیں اسی پر عمل کریں گے۔

مگر ہمارا ایمان ہے کہ حق ہے۔ حق کے ساتھ آیا ہے، حق پر نازل ہوا ہے اور حق ہی رہے گا، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے سب باطل ہے، حق نہ مٹا ہے نہ مٹے گا۔ قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں ہے لیکن یاد رکھئے یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ یہ دعویٰ قرآن و حدیث اور خود جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا جو کچھ تمہارے سامنے پیش کیا ہے حق ہے اس میں کوئی شک نہیں اس فرمان نبوی ﷺ میں اول تا آخر کوئی ایسا چور دروازہ نہیں ہے جس میں کوئی بھی غلط مسئلہ راہ پا سکے۔ آپ کی کتابوں میں کئی غلط مسئلے ہیں اگر بیان کئے جائیں تو آپ خود بھی کانوں میں انگلیاں ڈالیں گے کہ ہم نہ سنیں تو بہتر ہے مگر ہم وہ بیان نہیں کرتے۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اعتراضات سے بالا اور تنقید سے محفوظ فقط وحی ہے دوسری کوئی بھی چیز تنقید سے بالاتر نہیں ہے جب تک کوئی تبدیلی نہیں آئی یہ مسلک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا تھا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ چار سو سال تک مسلمان کسی بھی تقلید یا

کسی خاص مذہب پر نہیں تھے۔ لیکن چار سو برس کے بعد یہ مذاہب وجود میں آئے۔ پس جو مذہب چار صدیوں بعد بنا ہو یعنی رسول اللہ ﷺ کے چار صدیوں بعد جو مذہب وجود میں آیا ہو وہ سچا مذہب! اس مذہب کو حق کہا جائے! اور جو قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہو اسے باطل کہا جائے! ہے کوئی سننے والا ؟ ہے کوئی عدالت ؟ ہے کوئی انصاف کرنے والا ؟

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کون نہیں کرتا ؟

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم نہ کرنے کا جو ہم پر الزام لگایا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ تعظیم اور ادب جس کا ہوتا ہے اس کی ہر بات مقدم اور سب سے بالا ہوتی ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ باپ کا ادب اور تعظیم لازم ہے یا نہیں ؟ ایک شخص باپ کا ادب اور تعظیم تو کرتا ہے لیکن اس کے حکم کی تابعداری نہیں کرتا ہے کیا اس بیٹے کو باپ کا فرمانبردار کہا جائے گا ؟ (اللہ کے لئے) تم ہی بتلاؤ! حالانکہ دونوں میں سے کوئی بھی اللہ نہیں ہے دونوں مخلوق ہیں' دونوں ہی امتی ہیں تب بھی جو شخص اپنے والد کا حکم نہیں مانتا اسے بے ادب کہیں گے یا نہیں ؟ تو جو رسول اللہ ﷺ کی سنت' طریقے اور حکم کے خلاف عمل کرے اور دعویٰ کرے کہ ہم ہی ہیں نبی کا ادب واحترام کرنے والے !(سچ مچ یہ کھلا مذاق ہے)!

اہل حدیث بے ادب نہیں ہیں

اہل حدیث اور رسول اللہ ﷺ کے بے ادب' ایسا جوڑ بنتا ہی نہیں۔ جن کا مذہب ہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف' جن کا مسلک ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت' جن کا عقیدہ' مسلک اور دین ہی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ جو آپ ﷺ نے فرمایا جو آپ نے عمل کیا' جو آپ ﷺ نے بتلایا' یہی ہمارا مسلک ہے' یہی ہمارا دین ہے' اور ایسے

لوگوں کو آپ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بے ادب ہیں۔ بے ادب تو آپ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں طاغوت کھڑے کر دیئے ہیں' ان کے مذہب کے مقابلے میں دوسروں کے مذہب پیش کئے اور اختیار کر لئے۔ کتاب کے مقابلے میں دوسری کتاب لے آئے۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے قول کے مقابلے میں اوروں کے قول کو ترجیح دی اور مفتی کے فتویٰ کو اہمیت دی۔ آپ ﷺ کے اقوال کے مقابلے دوسروں کے اقوال اور قیاس پیش کئے ۔ آپ کے فرمان کے مقابلے میں دوسروں کے فرمان پیش کئے (اہل حدیث ایسا نہیں کرتے اس لئے کہ) اہل حدیث قطعاً بے ادب نہیں، ہم کسی بھی صحابی کسی بھی امام دین کے بے ادب نہیں ہیں البتہ ہم مرتبے کا خیال رکھتے ہیں۔

میرے خلاف خاص طور پر یہ لغو پروپیگنڈا مہم کی جارہی ہے کہ میں ائمہ دین کی شان میں گستاخی کرتا ہوں۔ حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کے گھر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل مجھ پر بہتان ہے میں نے کبھی بھی کوئی گستاخی نہیں کی۔

کسی امام نے اپنی تقلید کے لئے نہیں کہا

آیئے اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں آپ اپنے امام کے ایسے احکامات دکھلائیں۔ یہ میرا کھلا چیلنج ہے کہ تم امام شافعی رحمہ اللہ کی کوئی ایک سند دکھلاؤ جس میں کہا گیا ہو کہ تم اپنے آپ کو شافعی کہلاؤ' میری فقہ پر عمل کرو اور میری پیروی کرو' یا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہو کہ اپنے آپ کو حنبلی کہلاؤ' میری فقہ پر عمل کرو اور میری پیروی کرو' یا امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہو کہ میری فقہ پر عمل کرو اور میری پیروی کرو اور اپنے آپ کو مالکی مشہور کرو' یا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہو کہ میری فقہ پر عمل کرو اور میری

پیروی کرو اور اپنے آپ کو حنفی کہلاؤ' یا امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا ہو کہ میری فقہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو جعفری کہلاؤ اور میری پیروی کرو۔ یہ کل پندرہ سوال ہوئے۔ میں ہر سوال کے بدلے ایک ہزار روپیہ انعام دیتا ہوں۔ پندرہ ہزار روپے نقد دینے کے لئے تیار ہوں' مجھے مندرجہ بالا الفاظ دکھلایئے اور ہر سوال کے جواب کے عوض مبلغ ایک ہزار روپے وصول کرتے جایئے۔[1] اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو آپ ہم پر یہ الزام کیوں کر لگاتے ہو؟ جب آپ کے امام نے ہی ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا تو پھر ہم پر الزام کیوں کر عائد کرتے ہو؟ ہم ہر اس آدمی کے دشمن ہیں جو قرآن کے خلاف ہو' ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو حدیث کے خلاف ہو خواہ وہ ہمارا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابو حنیفہ خود اہل حدیث تھے

اب آپ ہی بتلایئے کہ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قرآن و حدیث کے خلاف تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر ہم بھی ان کے خلاف ہیں۔ (اگر نہیں تو ہم بھی ان کے خلاف نہیں) ہم کسی بھی امام کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت نہیں کرتے' تو پھر ہم ان کے خلاف کیسے ہو سکتے ہیں؟ امام کا ایک قول ہے' آپ کے امام شامی نے اپنی کتاب کے شروع میں نقل کیا ہے۔ شامی آپ کی معتبر کتاب ہے۔ اس کے مقدمے میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے صحیح روایت ہے کہ "اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ" یعنی صحیح حدیث میرا مذہب ہے (خواہ وہ کبھی بھی ملے)۔

اس قول کے مطابق تو یہ ہمارا مذہب ہوا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہمارے اہل حدیث

1۔ جمعیت اہلحدیث سندھ کی طرف سے آج بھی یہ چیلنج برقرار ہے

ہوئے۔ آپ کے تو وہ بھی نہ ہوئے۔ آپ لوگوں کا مذہب ہے فقہ (جیسا کہ آپ کہتے ہیں)

حوالہ دکھایئے انعام حاصل کیجئے

بھلا اب دکھایئے کہ امام صاحب نے فرمایا ہو کہ میری فقہ پر چلو فقط اتنا ہی دکھادو کہ فقہ میرا مذہب ہے، قدوری میرا مذہب ہے، عالمگیری میرا مذہب ہے، قاضی خان میرا مذہب ہے، منیۃ المصلی میرا مذہب ہے۔ اگر آپ ایسا دکھادیتے ہیں تو ہر ایک کتاب کے بدلے میں ہزار روپیہ بطور جرمانہ ادا کروں گا۔

ہدایہ، قاضی خان، قدوری، در مختار، عالمگیری، نوری الایضاح، شامی اور منیۃ المصلی یہ کل آٹھ کتابیں ہیں۔ ان آٹھ کتابوں میں سے دکھلایئے کہ امام صاحب نے کہا ہو کہ میرا مذہب فقہ ہے۔ آٹھ ہزار روپے دینے کیلئے تیار ہوں۔ [1]

دوسری طرف ہم نے بتادیا ہے کہ امام صاحب نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ "میرا مذہب صحیح حدیث ہے"۔

الغرض تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث کی سب سے صحیح کتاب صحیح بخاری شریف ہے اس پر امت کا اتفاق ہے قرآن مجید کے بعد دوسری صحیح ترین کتاب بخاری ہے۔ اب اس کے مطابق امام صاحب کا مذہب مع قرآن کے بخاری ہے یا شامی؟ ورنہ آپ دکھلائیں کہ امام صاحب نے فرمایا ہو کہ کہ ہدایہ میرا مذہب ہے۔ لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ "صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے" اور وہ بخاری شریف ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ صحیح حدیث بخاری شریف ہے ذرا سوچیے! کوئی آپ سے دھوکہ تو نہیں کر گیا ہے۔ اس کے برعکس مجھ سے سوال کیا جائے تو جواب کیلئے تیار ہوں۔

ا۔ جمعیت اہلحدیث سندھ کی طرف سے آج بھی یہ کھلا چیلنج ہے۔ ھل من مُبارز یُبارزنا۔

صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے

ہمارا امام تو کھلم کھلا ہمیں ایسا ہی حکم دے گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اطاعت کرو میری پیروی کرو۔

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾۔(محمد :33)

"اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو"۔

کسی کو جرأت ہے جو اس حقیقت سے انکار کرے؟ اچھا آگے چلئے ارشاد ہوتا ہے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ ۔(النساء :80)

ترجمہ: "جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اگر کوئی یوں کہے کہ " من یطع ابا حنیفۃ فقد اطاع اللّٰہ" تو کیا یہ صحیح ہوگا؟؟ کبھی نہیں! یہاں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم کیا گیا ہے' (نہ کہ کسی امتی کی اطاعت اور تقلید کا)۔

قرآن مجید میں اس کا مزید ثبوت موجود ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾۔(آل عمران: 31)

ترجمہ: "اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو تم میری (محمد ﷺ) کی اطاعت کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے"۔

سورۂ محمد میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾۔(محمد:2)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اس چیز کی اطاعت کی جو محمد ﷺ کی

طرف نازل کی گئی اور یہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے کہ اللہ ان کی برائیوں کو مٹا دے گا اور حالات کو درست کرے گا"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے امام محمد ﷺ کا یہ دعویٰ ہے اور آپ ﷺ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ جبکہ آپ کے امام کو یہ حق بھی نہیں ہے لیکن ہمارے امام صاحب کو ایسا دعویٰ کرنے کے جملہ حقوق حاصل ہیں کیوں کہ یہ نبی کی شان ہے۔ نبی کی شان ایسی ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہو سکتا اور یہ بھی نبی ہی کی شان ہے کہ وہ وہی بات کہے جو اللہ تعالیٰ نے کہی ہو۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا "اے فرعون میں رب العالمین کا رسول ہوں، میری شان یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں وہ بات کروں جو حق ہونا حق نہ ہو"۔(الاعراف :104,105)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ علیہ السلام سے دریافت فرمائیں گے کہ کیا آپ نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو الٰہ بنا کر پرستش کرو؟ تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے۔

﴿قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾(المائدۃ:116)

ترجمہ :"مولا تیری شان پاک ہے مجھے جو بات کہنے کا کوئی حق نہیں وہ بات میں کیسے کہہ سکتا ہوں"۔

یہی ہے نبی کی شان، نبی کی شان تو یہ ہے کہ وہ صرف وہ بات کہے جس کے کہنے کا خود اس کو حق ہو (اس کے علاوہ کوئی اور بات اپنی طرف سے نہ کہے)

محمد رسول اللہ ﷺ کو حق تھا (یہ کہنے کا) کہ ﴿فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾۔(آل عمران :31)
یعنی میری پیروی کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ مگر یہ کہنے کا کہ میری پیروی کرو تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا نہ تو امام ابو حنیفہ کو حق تھا نہ امام مالک کو نہ امام احمد بن

حنبل کو نہ امام جعفر صادق کو نہ سید عبد القادر جیلانی کو۔ امتیوں میں سے کسی کو بھی ایسا کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں یہ فقط محمد رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ﴾

ترجمہ: "میری پیروی کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے"۔

اب فرق آپ کی سمجھ میں آگیا؟ اگر فرق سمجھ میں آگیا تو پھر ہم میں اور دوسروں میں جو فرق ہے وہ بھی سمجھنا چاہئے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرے تمام ائمہ دین کی عزت کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم ان کو وہ حیثیت نہیں دیتے جو قرآن و حدیث نے ان کو نہ دی ہو جبکہ تم ان کی عزت رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ کرتے ہو' آپ کے پاس فقہ کی حیثیت قرآن و فرمان رسول ﷺ سے زیادہ اونچی ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ"[1] یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اب یہ عورت اور مرد کی نماز کا فرق کہاں سے لیا کہ عورت اس طرح ہاتھ باندھے اور اس طرح سجدہ کرے اور مرد اس طرح؟ جملہ ذرا سخت ہے مگر آپ کا اصول اور قاعدہ یہی ہے۔

قرآن وحدیث کے بارے میں احناف کا نظریہ

جناب لیجئے ثبوت :۔

کرخی آپ کے مذہب کے بڑے عالم ہیں' جنہوں نے اصول کرخی لکھی ہے' جو فقہ کی مشہور کتاب ہے اس کی ابتداء میں یہی لکھا ہے کہ

"جو بھی بات ہماری فقہ کے خلاف نظر آئے تو فقہ کو غلط نہ سمجھو بلکہ یہ سمجھو کہ

۱۔ صحیح بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة۔

اس آیت میں کوئی ہیر پھیر ہے، یا منسوخ ہوگی یا اس کی کوئی تاویل ہوگی یا کسی دوسری آیت سے متضاد ہوگی، یعنی اس آیت میں کوئی نہ کوئی چکر ہوگا۔ لیکن ہماری فقہ میں کوئی تضاد نہ ہوگا"۔

دوسرا قاعدہ لکھا ہے۔ "جو حدیث آپ کو ہماری فقہ کے خلاف نظر آئے (جو ہمارے بزرگ لکھ گئے ہیں) تو پھر ہماری فقہ کو غلط نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ اس حدیث میں کوئی اور بات ہے یا منسوخ ہوگی یا اس میں تاویل کی کئی ہوگی یا مرجوح ہوگی یا اس حدیث کے مقابلے میں کوئی دوسری حدیث ہوگی"۔[1]

آپ کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ کہ قرآن کی آیات اور حدیث ہماری فقہ کے خلاف ہو تو پھر حدیث کو چھوڑ کر فقہ کو اپناؤ، جس کے معنی ہیں کہ آپ کے پاس اول اپنا فقہی مذہب اور بعد میں قرآن و حدیث ہے۔ اگر حدیث فقہ کے مطابق ہو تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ واہ واہ!!! اگر خلاف ہو تو اس حدیث اور آیت میں "کچھ ہوگا" کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں اور اپنا راستہ نہیں چھوڑتے۔ اسی روش کے بارے میں حالی مرحوم نے کہا تھا:۔

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

ہمارا اور آپ کا فرق

ہمارا موقف اس کے برعکس ہے، ہم اول مذہب نہیں بلکہ دلیل اور ثبوت مانگتے ہیں پھر جو چیز قرآن و حدیث کے مطابق ہو وہی ہمارا مذہب ہے پھر چاہے ہمارے باپ، دادا، استاد اور وقت کے امام کا قول اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ایسی صورت میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے قول میں ضرور کوئی غلطی ہے جبکہ قرآن و حدیث میں اس طرح

۱۔ الاصول لابی الحسن الکرخی ص ۱۳۔ ۱۴

کی کوئی غلطی یا شک بالکل نہیں ہو سکتا اور یہی ہمارے اور دوسرے مذاہب کے درمیان واضح فرق ہے۔

عجیب سوال :۔

رہا یہ سوال کہ ہم تفرقہ ڈالتے ہیں۔ اس الزام کے متعلق میں کچھ مثالوں سے واضح کرتا ہوں (کہ کون تفرقہ ڈالتے ہیں اہل حدیث یا آپ) آپ ہی انصاف کریں۔ اہل حدیث کہتے ہیں کہ جماعت ایک ہے چار مذہب نہیں ہیں۔ اللہ ایک' رسول ایک' کتاب ایک' قبلہ بھی ایک تو مذہب بھی ایک۔ اگر اللہ ہوں چار تو مذہب بھی چار' رسول بھی ہوں چار تو مذہب بھی چار ہوں۔ جب ایسا نہیں ہے تو پھر چار مذہب کس وجہ سے؟ مگر ہمارے دوست کہتے ہیں کہ چار ہی حق پر ہیں۔ دیکھئے (انگلیوں کی تعداد کتنی ہے؟) یہ ایک ہے اور یہ چار ہے اب پانچواں بھی کھڑا ہو گیا ہے۔ بتایئے لڑانے والے یہ پانچ ہیں یا ایک۔ یہ لوگ کہتے ہیں امام بھی پانچ' کتابیں بھی پانچ' ہم بھی پانچ۔ ہم کہتے ہیں کہ رہنما بھی ایک' کتاب بھی ایک۔ اللہ بھی ایک رسول بھی ایک' دین بھی ایک۔ اقبال نے اس پر کیا خوب کہا ہے ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی' نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی' دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی' اللہ بھی' قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

بانگ درا (اقبال)

اب اللہ کے واسطے بتلایئے کہ لڑانے والے کون ہیں؟ تفصیلات کون سی ظاہر کی جائیں' انتشار پھیلانے والے آپ کے سامنے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں

اب لیجئے عصمت کی بات کو ہماری' یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ غلطی سے پاک کوئی ہستی نہیں ہے' سوائے اللہ کے رسول ﷺ کے' باقی ہر انسان کبھی خوشی کی حالت میں کبھی غم کی حالت میں ہوتا ہے' تو کبھی غصے کی حالت میں تو کبھی کیسے ہمیشہ ایک حالت میں نہیں ہوتا۔ انسان کبھی غصے کی حالت میں کنٹرول سے باہر ہو جاتا ہے۔ کبھی خوشی میں ایسا مست ہو جاتا ہے کہ اس کو کوئی بھی خبر نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے شرعی مسئلہ ہے کہ غصے کی حالت میں قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ قاضی یا جج غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کرے[1] ہو سکتا ہے کہ انصاف نہ کر سکے' مگر رسول اللہ ﷺ کیلئے قانون جدا ہے آپ ﷺ کو غصہ بھی آتا تھا اور خوشی کی حالت میں بھی ہوتے تھے مگر آپ کا ہر حال میں فیصلہ صحیح ہے کسی بھی حالت میں فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔ یہ فرق ہمارے امام اور آپ کے ائمہ کے درمیان میں ہے۔ دوسرے انسان غصے میں غلط فیصلے کر سکتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کسی بھی حالت میں غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔ عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں لکھتے تھے۔ بعض قریشیوں نے آپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھتے جاتے ہیں۔ جبکہ کسی وقت آپ ﷺ ناراضگی کی حالت میں ہوتے ہیں تو کسی وقت خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں کبھی کسی حال میں ہوتے ہیں تو کبھی کسی حال میں' اس لئے آپ سوچ سمجھ کر لکھا کریں۔ آپؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے آکر کہی آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ عبد اللہ جو کچھ سنتے ہو لکھتے جاؤ! اللہ تعالیٰ کی قسم (اپنی منہ

۱۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام باب هل يقضى الحاكم او يفتى وهو غضبان

مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس سے کبھی بھی ناحق نہ نکلے گا۔[1]

نبی اور امام کا مقام و مرتبہ مختلف ہوتا ہے

اگر آپ کہتے ہیں ایسا ہی حال ابو حنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل اور سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ہے تو پھر نبی اور رسول اور ان میں کونسا فرق رہ جاتا ہے؟ یقین کیجئے کہ دوسرا آدمی اپنے آپ پر مکمل ضبط نہیں رکھ سکتا غصہ و ناراضگی اور خوشی کی حالت میں غلط فیصلہ کر سکتا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ ہر حال میں صحیح اور حق فرماتے تھے ان کی کوئی بھی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ یعنی رسول اللہ ﷺ ناراضگی میں ہوں تب بھی آپ کا فیصلہ صحیح اور برحق ہوتا ہے۔

ایک واقعہ

اب میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا حالت ناراضگی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔

دو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی کے تنازعے کے حل کے سلسلے میں پیش ہوئے ان میں ایک شخص زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ قاعدہ یہ تھا کہ کاشتکار پانی ترتیب وار حاصل کریں یعنی اول پہلے والا اور بعد میں بعد والا پانی لے گا۔ اس دور میں گھڑیاں وغیرہ تو نہیں تھیں ہموار زمین میں پاؤں ڈبو کر دیکھا جاتا تھا کہ [کھیت وغیرہ میں] پانی جب ٹخنوں تک بھر جاتا تھا اس وقت دوسرے کاشتکار کو پانی ملتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی گفتگو سن کر فیصلہ دیا کہ زبیر تم پہلے پانی لو پھر اپنے ہمسائے کو پانی دو، دوسرے شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ زبیر کو

۱۔ سنن ابی دائود کتاب العلم باب کتابۃ العلم

پہلے پانی کا حق کیوں دیا؟ اول مجھے ملنا چاہیے تھا۔ اس شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ تو آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اس لئے آپ نے اس کو پہلے پانی کا حق دیا ہے۔ اس بات پر آپ ﷺ پر غصہ طاری ہو گیا اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ زبیر سے فرمایا کہ زبیر پانی بند کر دو چاہے پانی دیوار اور منڈھیر سے باہر چلا جائے۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: 65)

"اے نبی (ﷺ)! تیرے رب کی قسم یہ کبھی بھی مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنا فیصلہ تیرے پاس نہ لائیں، تیرے پاس آنے کے بعد کوئی شک نہ کرے، کوئی نقص نہ سمجھے اور اس کو قبول نہ کر لے"۔[1]

یعنی آپ نے تو ان کا پانی بند کیا تھا جبکہ اللہ کہتا ہے کہ ان کا ایمان ہی نہیں ہے۔ وہ بے ایمان ہے جو تیرے فیصلے پر اپنی رائے دے۔

پانی کیا چیز ہے؟ اللہ فرماتا ہے کہ وہ صاحب ایمان ہی نہیں ہے۔ اب بتلاؤ کہ وہ خفگی کا فیصلہ تھا۔ تو پھر یہ فیصلہ صحیح تھا یا غلط؟ (یقیناً یہ فیصلہ صحیح تھا) محمد بن عبداللہ کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تھا اور ایسا مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

اس لئے ہمارے پاس بالکل واضح اور صاف فرق ہے اور ہم یہ فرق نبی اور غیر نبی میں کرتے ہیں خواہ ناراضگی میں ہوں یا کسی بھی حالت میں ہوں۔ آپ ﷺ کا فیصلہ صحیح اور برحق ہوتا ہے۔ جب کہ کسی دوسرے شخص سے خطا واقع ہو سکتی ہے۔ اس کی کھلی دلیل آپ چاروں مذاہب کے فقہ میں دیکھ سکتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ فلا وربك لا یومنون

کوئی بھی امام غلطی سے مبرا نہیں

مولویوں سے پوچھو گے تو جواب دیں گے کہ امام صاحب کا پہلا قول یہ ہے اور پچھلا قول یہ ہے۔ فقہ میں ایسا ہے یا نہیں بتلاؤ؟؟ فرمائیں گے کہ یہ پہلا فتویٰ ہے یہ پچھلا فتویٰ' بتلایئے کون سا تبدیل کیا کونسا اپنایا؟ جب پہلی بات کو غلط سمجھا بھی تو رجوع کیا۔ گویا اپنی پہلی بات کو صحیح نہیں سمجھا۔ تب ہی اس سے دستبردار ہوئے اور اس کو تبدیل کیا۔ اسی طرح چاروں مذاہب میں موجود ہیں۔ اول امام صاحب کا یہ قول تھا پھر بدل دیا گیا ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ ماں کا دودھ پلانا' ڈھائی سال ثابت ہے۔ [1] دوسرے کا مسلک ہے کہ دو سال پلانا جائز ہے۔ قرآن مجید میں بھی دو سال تک پلانا ثابت ہے۔ [2] لیکن امام صاحب نے چھ ماہ مزید بڑھا دیے جبکہ دوسرے تمام ائمہ اس رائے کے خلاف ہیں۔ آپ کے شاگرد محمد اور ابو یوسف بھی اس رائے کے خلاف تھے۔

کتنے ہی حنفی ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی پہلی رائے کو غلط سمجھا اور دو سال والے قرآن کے حکم کو صحیح قرار دیا۔ اب بتلاؤ کہ امام صاحب پہلے فیصلے سے دستبردار ہوئے یا نہیں؟ یعنی جب انہوں نے اپنے فیصلے کو غلط سمجھا تب ہی تو اپنے فیصلے کو تبدیل کیا۔

امام شافعی زیورات پر زکوٰۃ کے قائل نہیں تھے لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اس قول سے دستبردار ہو گئے۔ المہذب شیرازی کی تصنیف کردہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کیا اور کہا ہے زکوٰۃ

۱۔ حدایہ صفحہ ۳۵۰ جلد ۱ ۲۔ (البقرۃ: 233)

زیورات پر بھی واجب الاداء ہے۔(المھذب فی الفروع)

جس کا مطلب ہے کہ اپنے پہلے فیصلوں کو غلط سمجھ کر تبدیل کیا اس طرح امام مالک وضو میں انگلیوں کے خلال کرنے کے قائل نہیں تھے پھر قائل ہوئے۔ الغرض پہلی بات کو غلط تسلیم کر کے بعد میں صحیح رائے اختیار کی۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے قائل نہیں تھے بعد میں وہ قائل ہو گئے۔

اسی طرح امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جعفری کہتے ہیں کہ چھ ماہ تک سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی لیکن چھ ماہ کے بعد آپ نے بیعت کی۔ مطلب پہلے اپنے آپ کو غلطی پر سمجھا' نا؟ اس سے ثابت ہوا کہ معصوم کوئی نہیں ہے سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کہ آپ پاک' مطہر اور معصوم ہیں۔ آپ سے کوئی بھی غلط فیصلہ یا غلط بات نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے جو بھی فرمایا وہ حرف آخر ہے اور خود ہمیشہ اس پر قائم رہے۔ ہم کسی کے رتبے کے خلاف نہیں ہے اور نہ کسی کو کم یا زیادہ سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم رسول اللہ ﷺ کے مرتبے کے برابر کسی اور کو ہرگز نہیں سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور آپ کا فرق واضح ہے کہ ہم کسی بھی امتی کو معصوم نہیں جانتے مگر آپ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے رتبے کو گھٹا کر اپنے ائمہ کے مراتب کو بڑھا دیتے ہو اور یہ بات ہمارے لئے نا قابل برداشت ہے۔

الزام ہم کو' قصور اپنا

ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو مقدم رکھیں۔ اگر آپ فرمائیں گے کہ ائمہ کی بات کو کیوں نہیں تسلیم کرتے ؟ تو سب سے پہلے اس گناہ کے مجرم آپ خود

ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کا فیصلہ ہے کہ تنخواہ پر تدریس' امامت' خطبہ اور اذان دینا جائز نہیں ہے۔ ہدایہ میں دیکھئے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ نماز' خطبہ' اذان اور دین کا علم پیسہ لے کر پڑھانا ناجائز ہے۔[1] مگر حنفی سب تنخواہ پر یہ کام کر رہے ہیں۔ تم اپنے پیٹ کی خاطر امام کے حکم کی نافرمانی کرو تو تمہیں کوئی بھی بے ادب یا گستاخ نہیں کہے گا۔ خود ہدایہ والے نے امام صاحب کے اس قول کو رد کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر امام صاحب کے اس قول پر عمل کیا جائے تو دین کا کام رک جائے گا۔ دین پھیل نہیں سکے گا' بچے نہیں پڑھیں گے اس لئے معاوضہ لیا جا سکتا ہے۔[2]

مطلب یہ ہوا کہ ہدایہ کے مصنف کو امام صاحب کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ گویا جسے نواسہ سمجھا وہ نانا نکلا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ مصنف ہدایہ کا علم امام صاحب کے علم سے بھی بڑھ گیا۔ کیونکہ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ علم پڑھانے کیلئے' نماز پڑھانے کیلئے اور اذان دینے کیلئے معاوضہ نہ لیا جائے۔ خود مولویوں سے دریافت کیجئے کہ ایسا ہے کہ نہیں؟ جو ہدایہ کے مصنف نے فرمایا کہ "مجبوراً یہ اجازت دی جاتی ہے ورنہ دین کا کام رک جائے گا مدرسے نہیں چل سکیں گے اس لئے یہ اجازت ہونی چاہئے کہ مدرس' خطیب اور مؤذن معاوضہ وصول کر سکتے ہیں۔

آگے چلئے امام صاحب فرماتے ہیں کہ زمینداری باطل ہے کوئی زمیندار ایک ایکڑ زمین بھی نہیں رکھ سکتا' حنفی سب کے سب زمیندار! کہاں گیا امام صاحب کا حکم؟

امام صاحب کا ایک فتویٰ ہے کہ جس عورت کا خاوند گم ہو جائے اس عورت کو مرد کی عمر نوے سال' ہونے تک بٹھائے رکھو۔ اس مدت کے بعد وہ نکاح ثانی کرے۔ جب کہ اس کی عمر کے سو سال پورے ہوں تو اسکو مردہ تصور کیا جائے مثلاً

۱۔ ھدایہ صفحہ ۳۰۳ جلد ۲ ۲۔ ایضاً

پچاس سال عمر کا خاوند گم ہو جائے مزید پچاس سال تک بیٹھے اس طرح اس کی مقررہ مدت سو برس ہوئی۔ اگر پندرہ سال کی عمر میں شادی کی پانچ سال ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد خاوند گم ہو جاتا ہے تو اس طرح بیوی اسی سال تک انتظار کرے اور اس مرد کی عمر سو سال کی ہو گی جب عورت کے اسی سال پورے ہوں تو پھر فتویٰ دیا جائے گا کہ گویا خاوند فوت ہو چکا ہے اب عورت چاہے تو دوسرا نکاح کرے۔[1] مولوی صاحب اس مسئلے میں آکر الجھ گئے اب کہاں جائیں ؟ اگر فتویٰ دیتے ہیں [امام صاحب کے] اس قول کے مطابق تو خود اپنے گھر میں آگ لگتی ہے۔ گویا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس اسی سالہ بوڑھی عورت کو کیا مولوی صاحب گھر میں بٹھائیں گے ؟ آخر کار اپنے امام کے قول سے دستبردار ہونا پڑا۔ اور فتویٰ میں تبدیلی لانی پڑی۔ اور فرمانے لگے کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کو فقط چار سال تک انتظار میں بیٹھنے کے بعد نکاح کی اجازت ہے۔ اس لئے فیصلہ دیا گیا کہ ایسی عورت جس کا شوہر کھو جائے چار سال تک بیٹھے اس کے بعد چاہے تو دوسرا نکاح کرے۔

مولوی اشرف علی تھانوی ایک کتاب بنام " الحیلة الناجزة للحیلة العاجزة " میں لکھتے ہیں اور مجبور و ناچار عورت کے لئے حیلہ بتاتے ہیں کہ ایسی مجبوری کی حالت میں امام مالک کا فتویٰ ہے کہ چار سال تک بٹھانے کے بعد اس کا دوسرا نکاح کر دیا جائے۔ آپ اپنے امام کے قول کو چھوڑ دیں تو آپ پر کوئی گناہ یا الزام نہیں، آپ اپنے پیٹ کی خاطر، اپنی زمینداری کی خاطر، اپنی تنخواہ کی خاطر اور مجبوری کی بنا پر اپنے امام کے قول کو

۱۔ اشرف النوری شرح اردو قدوری ص ۱۱۲ ج ۲

چھوڑ سکتے ہیں تو آپ پر کوئی بھی الزام نہیں لیکن ہم قرآن وحدیث پیش کر کے امام کے قول کو چھوڑ دیں تو ہم پر لادینیت کا فتویٰ، ملحد کا فتویٰ، نئے دین کا فتویٰ [اور کہتے ہیں کہ] تم بے ادب ہو، تمہارا نیا دین ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ مندرجہ بالا تمام کام کریں تو پھر بھی بڑے ادب والے، ہے کوئی انصاف ؟ ہے کوئی ادب ؟

میرے بھائیو!

خطاسے کوئی خالی اور مبرا نہیں ہے خطا سے پاک صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ بطور مثال ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

گناہ کے کاموں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے [صحابہ کرام کی] ایک جماعت کو کسی کام سے باہر روانہ کیا اس جماعت میں سے ہی ایک صحابی کا نام لے کر آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارا آگے امیر ہے۔ جیسے کہیں ویسے ہی کرنا، جو حکم دیں اس پر عمل کرنا، نام لیکر فرمایا یہ تمہارا سربراہ مقرر کرتا ہوں مگر آگے چل کر اس سے بھی خطا سرزد ہوئی۔ کسی منزل پر وہ جماعت سے ناراض ہو گیا اور اس نے جماعت سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو حکم دیا تھا کہ میرا ہر حکم ماننا۔ میں حکم دیتا ہوں کہ لکڑیاں اکٹھی کی جائیں۔ سب نے حکم کی تعمیل کی۔ لکڑیاں جمع ہو گئیں تو پھر حکم دیا ان لکڑیوں کو آگ لگادو، چنانچہ آگ لگادی گئی، جب آگ بھڑکنے لگی تو پھر حکم دیا کہ سب آگ میں کود جاؤ۔ کچھ لوگ تو آگ میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے اور کچھ لوگ تیار نہیں ہوئے اور دلیل یہ دی کہ اس آگ سے بچنے کیلئے ہم رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لائے ہیں، مسلمان بھی اسی لئے ہوئے ہیں کہ آگ سے محفوظ رہیں۔ کلمہ بھی اسلئے پڑھا ہے کہ اس آتش ہولناک سے

اللہ تعالیٰ بچائے۔ بہر حال کچھ لوگ آگ میں کودنے کے لئے تیار اور دوسرے ان کو روکنے میں مصروف رہے۔ آخر کار امیر جماعت کا بھی پارہ اتر گیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو فرمایا :

"لو دخلوها ما خرجوا منها ابدا"

یعنی اگر یہ لوگ اس آگ میں کود جاتے تو اسی آگ میں پڑے رہتے اس سے کبھی نہ نکل سکتے۔ اس کے بعد فرمایا :

انما الطاعة فی المعروف، مطلب یہ ہے کہ اطاعت اس بات کی کی جائے جو شریعت کے مطابق ہو[1] جو بات قرآن و حدیث کے مطابق ہو اس کے خلاف کسی کی بات کیسے مانی جائے گی؟ پس وہ آدمی جس کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا اس سے بھی غلطی ہو گئی۔

ہمارا مذہب اور فقہ :-

یاد رکھئے کہ دین میں کسی بھی امتی کا فیصلہ آخری نہیں ہے۔ آخری فیصلہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوتا ہے جس کے فیصلہ کے بعد کسی اور کا کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں۔ ہمارا یہ ایمان اور مسلک ہے تم اس مسلک کو نیا بتلاتے ہو اس عقیدے والے کو نیا قرار دیتے ہو انتہائی درجے کی بے انصافی ہے، ظلم اور اندھیر ہے۔ ہمارا ایک ایک مسئلہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کا قرآن و حدیث سے ثبوت ملتا ہے۔ ہمارا ہر فعل رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ہے۔ ہمارا مذہب کسی قیاس کے مطابق نہیں نہ کسی رائے کا محتاج ہے، نہ کسی فقہ سے وابستہ ہے، نہ کسی کے ملفوظات پر مشتمل ہے، شعراء کے اشعار میں

۱۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصية

تخیلات ہوتے ہیں ہمارا مذہب شعراء کے تخیلات پر مبنی نہیں ہے ہمارا مذہب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ٹھوس احکامات پر قائم و مشتمل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب نیا ہے میں کہتا ہوں کہ نئے تو تم خود ہی ہو جو ایک سے ٹوٹ پھوٹ کر پانچ بن گئے ہو۔ ہم تو اپنی جگہ پر قائم ہیں نئے کیسے ہوئے؟ آخر مذہب کی بنیاد کہاں سے نکلتی ہے؟ جہاں اس کا امام ہوگا اور ہمارا امام تمہیں معلوم ہے کون ہے؟۔ ہمارا امام محمد ﷺ ہے۔ بات صاف ظاہر ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں نظریہ

قرآن و حدیث پہلے تھے یا فقہ؟؟ تمہارے مذہب کی بنیاد ہے فقہ پر اور ہمارے مذہب کی بنیاد ہے قرآن و حدیث پر۔ بتلایئے کہ اس میں آگے اور اول کونسی چیز ہے؟ مگر دوست کہتے ہیں کہ فقہ بھی قرآن و حدیث سے حاصل کی گئی ہے قرآن و حدیث کا عطر و عرق ہے۔ سبحان اللہ!! خوب سنائی، پھولوں کا عرق نکلتا ہے تو باقی کیا بچتا ہے؟ صرف پھوگ! (ایسا کہنے میں) قصور آپ کا نہیں، آپ کے بڑے جو کہہ گئے ہیں جیسا کہ رومی نے فرمایا ہے ؎

مغز قرآں اولیاء بر داشتند
استخواں پیش سگاں انداختند

ترجمہ: قرآن کا مغز تو اولیاء نکال کر لے گئے باقی کتوں کے آگے ہڈیاں چھوڑ دی ہیں۔

لیجئے! اب قرآن کی تلاوت کرنے والے کتے اور قرآن ہوا ہڈی، (نعوذ باللہ) اب اللہ خیر کرے۔ قرآن کی عزت آپ کے نزدیک یہ ہے؟

اب آیئے مسائل پر (کچھ گفتگو ہو جائے) بڑے بڑے مسائل آپ کے سامنے

پیش کرتاہوں، خود انصاف کرو کہ اس میں ہم آگے ہیں یا تم۔

اللہ کے بارے میں عقیدہ

اول عقیدہ ہے اللہ کی ذات کا۔ ہمارا عقیدہ ہے جیساکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾

(طہ :5 تا7)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عرش پر ہے آسمان و زمین پس و بالا کا بادشاہ ہے، ہر ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ ہر چیز میں اللہ ہے اور ہر جگہ اللہ ہے۔ دونوں نظریے ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ ہمارا عقیدہ وہ ہے جو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ کا عقیدہ نامعلوم کہاں سے اخذ کیا گیا ہے۔ شاعروں کے شعر میں ضرور ہے جیساکہ آپ کے ایک شاعر نے فرمایا ہے۔

محبوب کا چہرہ محراب کی مانند ہے

انہوں نے سختی سے منہ موڑ کر قرآن کو کاٹ دیا ہے کیونکہ ہر چیز سبحان سبحان ہے اب کس طرح کسی سمت نیت کریں؟ (اسرار مکی)

تمہارا عقیدہ شاعروں کے اشعار پر قائم ہے اور ہمارے عقیدے کے بالکل خلاف ہے اور (قرآن وحدیث کی روشنی میں) ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، ہر چیز پر اس کی حکومت اور قانون جاری و ساری ہے۔ فرمایئے کہ قرآن حکیم ایک بات بتلاتا ہے اور آپ کا شاعر دوسری بات (قرآن کے بالکل الٹ) بتلاتا ہے [ان میں سے کس کی بات کو مانیں؟] جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔

﴿وَ الشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ (الشعراء :224)

ترجمہ : شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں (ہدایت یافتہ لوگ نہیں کرتے) قرآن مجید نے اپنی شان یہ بیان فرمائی ہے (وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ) (الحاقۃ:41) یعنی یہ قرآن کسی شاعر کا قول نہیں۔

اللہ کیلئے صفت علو کا عقیدہ

آیئے دیکھتے ہیں کہ اصل (صحیح) عقیدہ کس کا ہے؟ شروع سے لیکر اب تک یعنی صحابہ کرام و تابعین سے لے کر یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔

ابتداء سے دیکھتے ہیں :۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تارے کو دیکھ کر کہا کہ یہ میرا رب ہے پھر چاند کو دیکھ کر، پھر سورج کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔[1]

رب کو اوپر تلاش کیا۔ نیچے کیوں نہیں ڈھونڈا؟ نیچے بھی تو خوبصورت اشیاء تھیں، خوب صورت پھول، چمکتے پتھر اور جواہرات، حسین مناظر وغیرہ تھے، ان سب میں رب کی تلاش کرتے۔ بچہ تھا، اوپر کیوں تلاش کیا؟ ظاہر ہے کہ بچے کی بھی فطرت یہی قبول کرتی ہے کہ رب اوپر ہے۔

فرعون نے کہا :

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا﴾ (المومن :36,37)

فرعون نے کہا اے ہامان! [میرے لئے ایک] بڑی عمارت بناؤ تاکہ اوپر چڑھ کر

ا۔ تفصیل کے دیکھیے سورۃ الانعام ۷۸۔۷۶

دیکھوں کہ [موسیٰ کا] اللہ کہاں ہے، موسیٰ جھوٹ بولتے ہیں۔

جس کے معنی یہ ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ مجھے اس اللہ نے بھیجا ہے جو اوپر ہے۔ تب ہی تو فرعون نے بلند ترین عمارت بنوائی ورنہ [اگر زمین میں یا ہر جگہ ہوتے تو] عمارت نہ بنواتے۔ [سید عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین صفحہ نمبر ۵٦ جلد۔ ا میں فرماتے ہیں کہ ساری آسمانی کتابوں میں سارے نبیوں کی طرف بھی حکم آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش عظیم پر ہے اور فی کل مکان (ہر جگہ) کہنا صحیح نہیں ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ سلیمان علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کی برسات برسائے۔ سلیمان علیہ السلام قوم کو لے کر باہر نکلے اور فرمایا کہ نماز استقاء ادا کریں۔ اسی لمحہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی آسمان کی طرف منہ کر کے اور پاؤں اوپر اٹھا کر دعا مانگ رہی ہے کہ یارب العالمین ہم بھی تیری مخلوق ہیں اور ہمیں بھی بارش کی ضرورت ہے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ چیونٹی کو بھی معلوم تھا کہ رب العالمین کی ذات اوپر ہے۔ صوفیوں کا اللہ بیڑا غرق کرے۔ جنہوں نے ہم لوگوں کو برہمن بنادیا ہے۔

برہمن کا مذہب ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، مسلمان کا یہ مذہب نہیں۔ ادھر دیکھیں چیونٹی کو بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے، سلیمان علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ واپس چلو اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے چنانچہ بارش ضرور ہو گی۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش معلیٰ پر جلوہ افروز ہے۔

رسول اللہ ﷺ معراج شریف میں کہاں گئے تھے؟ آسمان پر گئے تھے یا نہیں؟

۱۔ رواہ احمد و صححہ الحاکم   بلوغ المرام ص ۱۰۴

اگر اللہ تعالیٰ یہاں (زمین) پر بھی جلوہ افروز تھے تو اوپر کیوں گئے ؟

ہمارا عقیدہ شروع سے ہی یہ چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرشِ معلّٰی پر ہیں جیسا قرآن مجید میں آیا ہے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ امام اوزاعی تبع تابعی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور تابعین کا ابتداء سے ہی یہ عقیدہ ہے کہ رب العالمین عرش پر ہے مگر اللہ تعالیٰ کا علم ہر مقام پر ہے[1] ہر ظاہر اور مخفی بات اللہ کے علم میں ہے۔ اب بتلایئے کہ اصل (صحیح) عقیدہ کس کا ہے ؟ ہمارا یا آپ کا ؟ آپ کا عقیدہ جہمی والا ہے پہلے فرعون کا عقیدہ تھا اس نے انکار کیا اور کہا کہ ایک مینار بناؤ تاکہ اس پر چڑھ کر دیکھوں اللہ کہاں ہے۔ پھر رفتہ رفتہ آپ کے جہمی نے اس کا انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔ یہ تحریک کوفے سے چلی ہے۔

قرآن کے بارے میں عقیدہ

اور قرآن کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو ہم پڑھتے ہیں اللہ کا کلام ہے مگر آپ کی کتابوں میں کچھ اور لکھا ہے۔ تمہاری کتاب شامی، فتح القدیر شرح ہدایہ اور ملا علی نے فقہ اکبر میں بھی لکھا ہے۔ اسی طرح شرح عقائد النسفیہ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ "قرآن وہ کلام ہے جو اوپر عرش پر ہے اور جو ہمارے پاس موجود ہے سو یہ مدلول اور اس کا مفہوم ہے"۔

حالانکہ مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے اسلاف سب اس پر متفق ہیں کہ ہمارے پاس موجود قرآن مجید کلام اللہ ہے اور اسی کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ امام سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار تابعی سے روایت کرتے ہیں ستر برس سے صحابہ کرام اور تابعین کی صحبت میں رہا ہے ان سب کا عقیدہ یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور دیگر

۱۔ کتاب الاسماء و الصفات للبیہقی ص ۲۹۱

تمام اس کی مخلوق ہے مگر قرآن مجید مخلوق نہیں ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔[1] تم نے یہ غلط عقیدہ بنایا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اصل تو اللہ کے پاس ہے ہمارے پاس فقط اس کی نقل ہے اسی لئے تو اجازت دیتے ہیں کہ نماز میں قرآن پاک فارسی زبان یا کسی اور زبان میں بھی پڑھا جا سکتا ہے' کیوں ؟ اس لئے کہ تمہارا عقیدہ ہی ایسا ہے کہ اصل تو تمہارے پاس ہے نہیں چنانچہ کسی بھی زبان میں پڑھا جا سکتا ہے۔

ایمان کے بارے میں عقیدہ

تیسرا مسئلہ آپ کہتے ہیں کہ ایمان کلمہ کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عمل ایمان میں داخل ہے۔ ایمان مرکب ہے اور عمل ایمان کا جزو ہے یہی عقیدہ اسلاف کا چلا آرہا ہے۔[2]

صحابی' تابعی' تبع تابعی بھی اسی عقیدے کے قائل تھے جو ایمان کو مرکب کہتے ہیں وہ نماز کو ایمان کا جزو کہتے ہیں۔[3] آپ کے ہاں ایسا نہیں ہے۔ تبھی تو کہتے ہو کہ بے نماز بھی مسلمان ہے۔ ہم بے نماز کو مسلمان نہیں کہتے۔ ہم ان کو کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ نماز ایمان میں داخل ہے۔ امام مروزی نقل کرتے ہیں کہ صحابہ رسول ﷺ رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق تھے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ اسلام سے نکل گیا۔ یہی عقیدہ تابعین کا تھا۔ ایوب سختیانی تابعی کہتے ہیں کہ نماز چھوڑنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے اس بات پر ہم سب متفق ہیں۔

۱۔ العلولعلی الغفار للامام ذہبی ص ۱۱۵۔ کتاب الرد علی الجہمیة للامام دارمی ص ۱۰۱' ۱۰۰۔ کتاب الاعتقاد للامام بیہقیؒ ص ۹۳۔ اور خلق افعال العباد للامام بخاری ص ۱۶' ۷)

۲۔ القصیدہ النونیہ لابن قیمؒ ص ۱۲۷)

۳۔ صحیح بخاری مع فتح الباری ص ۴۷۔۴۵ جلد ۱)

غیر اللہ کا وسیلہ

چوتھا مسئلہ وسیلہ کا ہے۔ آپ ہر چیز میں وسیلے کے قائل ہیں' فلاں پیر کے واسطے سے' فلاں پیر کے وسیلے سے' حتیٰ کہ بہشتی زیور ص ۹۳ میں کتے کا وسیلہ بھی لیا گیا ہے۔ ایک تعویذ لکھا گیا ہے "بحرمة فلان اصحاب کهف و کلبهم" یا اللہ اصحاب کہف اور ان کے کتے کے وسیلے وغیرہ سے .... ہم غیر اللہ کے وسیلے کے قائل نہیں ہیں۔ بتلاؤ کیا کسی صحابی نے ایسا کیا ہے ؟ ایسا نہ قرآن کا حکم ہے نہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ فیصلہ آپ خود کر لیں اصل (صحیح) مسلک کس کا ہے ہمارا یا آپ کا ؟

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

آیئے اس مسئلے پر کہ تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے مخالف ہو صحابہ کا زمانہ گزر گیا تابعین کا زمانہ گزر گیا' تبع تابعین کے زمانے کا واقعہ ہے حدیث اور قرآن کا فیصلہ مولوی خود بیٹھ کر کریں گے آپ ترمذی شریف میں دیکھیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور تبع تابعی ہیں آپ اس دور کی بات کرتے ہیں کہ :

"انا اقرأ خلف الامام و الناس يقرؤون الا قوم من الكوفيين" ۔[1]

یعنی میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں' ساری دنیا کے مسلمان پڑھتے ہیں فقط کوفے میں ایک جماعت ہے جو نہیں پڑھتی۔

کوفے کے بھی سب لوگ نہیں بلکہ ایک جماعت ہے جو نہیں پڑھتی۔ صحابہ کا دور گزرا' تبع تابعین کے دور میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ وہ بھی کوفے کی ایک جماعت کی طرف سے شروع ہوا' اب بتلایئے کہ نیا مذہب کس کا ہے ؟

۱۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۴ جلد ۱

رفع الیدین کا مسئلہ

رفع الیدین کے بارے میں بھی ایسی ہی بات ہے۔ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ جو کہ تبع تابعین میں سے چوتھے نمبر پر ہیں فرماتے ہیں "ساری دنیا کے عالم رفع الیدین کے قائل ہیں سوائے کوفہ کے"[1] اس کا مطلب یہ ہوا کہ سارا بگاڑ کوفے سے شروع ہوا ہے۔ ہمارا مذہب ان سب مذاہب سے پہلے کا ہے۔ تم تو ٹوٹ کر پانچ بنے ہو اور الزام ہمیں دیتے ہیں کہ تمہارا مذہب نیا مذہب ہے حالانکہ یہ صریحاً غلط ہے۔ ہمارے مذہب کی بنیاد اللہ کے قرآن اور حدیث رسول ﷺ پر ہے۔ ہمارا مذہب وہ ہے جو قرآن حکیم سے ثابت ہو اور ہم اسی کو مذہب سمجھتے ہیں جیسا کہ قرآن کا حکم ہے۔

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾۔(الحشر:8)

اور جو تم کو رسول دے اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکے اس سے رک جاؤ۔

ہمارا طریقہ اور آپ کا طریقہ

ہم سب کیلئے بہتر طریقہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ تم چاہے ہزار طریقہ پیش کرو، ہزاروں مذہب بناؤ، لیکن ہمارا [صرف ایک ہی طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ہے] دوسرا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ تمہارے چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی وغیرہ یہ سب خود ساختہ طریقے ہیں۔ ان کا ذکر نہ قرآن میں نہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں ہے۔ یہ سب بعد میں بنائے گئے ہیں تم قادری طریقے کو سید عبد القادر جیلانی سے منسوب کرتے ہو مگر انہوں نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں اس کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا بلکہ آپ نے خود کہا ہے مذہب وہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو۔ جس کا

۱۔ فتح الباری ص ۲۳۰ ج ۲

معنی یہ ہے ہمارا مسلک واضح ہے ہمارا مذہب یا مسلک کسی کی رائے یا خیال کا تابع نہیں ہے ہم فرق صرف یہ کرتے ہیں کہ ائمہ دین کے اختلاف دور کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کو منصف اور قاضی مقرر کرتے ہیں۔

آیئے رسول اللہ ﷺ کو فیصل بناتے ہیں

دنیا کا مسلم قانون بھی یہی ہے کہ جس معاملے میں دو آدمی لڑتے ہوں تو تیسرے کو ثالث یا امین بنایا جاتا ہے، ہم بھی فقط یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو منصف اور قاضی تسلیم کیا جائے۔ جس مقام پر امام ابو حنیفہ یا امام شافعی کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کو ہی منصف اور قاضی بنایا جائے اور آپ ﷺ ہی سے فیصلہ لیا جائے۔ اگر ہم کسی مسئلے کے حل کیلئے امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کو ثالث (امین) بناتے ہیں تو تم آگ بگولہ کیوں ہوتے ہو؟ غصے میں کیوں آتے ہو؟ اس طرح کرنے سے امام صاحب کی کونسی بے حرمتی ہوتی ہے۔ [جو تم غصے ہوتے ہو اور آگ بگولہ ہوتے ہو۔ اس طرح کرنے سے ان کی کوئی بے حرمتی یا بے عزتی نہیں ہوتی] امام احمد بن حنبل یا امام شافعی میں کوئی اختلاف ہو تو اس کے لئے ثالث رسول اللہ ﷺ کو بنایا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء:59)

یعنی جس مقام پر تم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس مقام پر تم یہ فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ یقیناً وہاں پہنچنے سے اتفاق اور اطمینان ہو جائے گا کیونکہ جو بھی ایماندار ہو گا وہ اس فیصلے کو [دل سے] قبول کرے گا مگر جس کے دل میں ایمان نہیں ہو گا وہ فرار کی راہ اختیار کرے گا، جیسے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُولِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ـ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾(النور: 47-48)

ان آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے مگر بعد میں انکار کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان بالکل ہی نہیں ہے اور ان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ آؤ قرآن و حدیث کے مطابق فیصلہ کریں تو راہ فرار اختیار کریں گے۔ یہ منافق کی نشانی ہے مگر جو صاحب ایمان ہوں گے تو ان سے اگر کہا جائے گا کہ قرآن و حدیث کے مطابق فیصلہ کریں تو وہ ضرور قبول کریں گے۔

آخری گذارش

آخر میں اہل حدیث کے مسلک کے مخالفین کو دعوت دیتا ہوں کہ آئیں رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ حاصل کریں۔ قرآن و حدیث کو درمیان میں لائیں۔ آیئے اختلاف کو ختم کرنے کیلئے اماموں کے امام عوام کے آقا امام اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کو ثالث بنائیں۔ مذہبی پلیٹ فارم پر وحدت اور مساوات کے پرچم لہرانے کا یہ بہترین راستہ ہے۔ اگر نیتیں صاف ہوں اور مسلمانوں میں سے فرقہ بندی کی لعنت ختم کرنے کے دل سے خواہاں ہوں تو پھر اس عاجزانہ دعوت کو قبول کرنا ہر مسلمان کا دینی اور قومی فریضہ ہے ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

و ما علینا الا البلاغ